بیسویں صدی میں تجدیدی تحریکات اور علماء

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی

بیسویں صدی عیسوی میں عالم اسلام میں مختلف اسلامی تحریکیں اٹھیں۔ ان کی قیادت علماء کے ہاتھوں میں تھی۔ ان تحریکوں کے پس منظر میں ان یورپی طاقتوں کی ریشہ دوانیاں تھیں جنھوں نے عالم اسلام کو پارہ پارہ کردیا تھا۔ یورپی استعمار نے عالم اسلامی پر یلغار کرکے اسلامی ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، حتیٰ کہ انیسویں صدی میں ترکی کے علاوہ کوئی آزاد اسلامی ملک نہ رہ گیا تھا۔ پھر جب پہلی جنگِ عظیم برپا ہوئی تو اس وقت مختلف ملکوں میں علماء نے اسلامی بیداری کی تحریکیں چلائیں۔ ان تحریکوں میں مصر میں جمال الدین افغانی، محمد عبدہٗ اور رشید رضا نے مسلمانوں کے ذہین طبقے کو متأثر کیا اور اسلامی روح پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جمال الدین افغانی جہاں بھی رہے، انھوں نے انگریزوں کے خلاف محاذ آرائی کی۔ تحریک الاخوان المسلمون اصلاً اُس فکری دھارے سے مل جاتی ہے جسے سید جمال الدین افغانی نے مصر میں شروع کیا اور محمد عبدہ نے پروان چڑھایا تھا، جس کو سید رشید رضا نے المنار کے صفحات میں پیش کیا تھا، وہی دینی تحریک حسن البنّا کے فکری رجحانات کی ترجمان ہے۔ یہ پورا سلسلہ اصلاً جمال الدین افغانی کے افکار کی آواز بازگشت ہے، ہرچند کہ شیخ حسن البنّا اصطلاحی معنیٰ میں عالم دین نہ تھے، لیکن اسلامی فکر اور اس کی روح پوری طرح جذب کیے ہوئے تھے۔

ترکی میں شیخ بدیع الزماں نورسی نے 'النور' کے نام سے تحریک شروع کی۔ انھوں نے اسلام کے پیغام کو عام کرنے کے لیے جو رسائل لکھے ان کی تعداد ایک سو تک پہنچتی ہے۔ لکھے ان کی وجہ سے اسلامی اثرات ترکی میں عام ہوئے۔ شیخ نورسی ترکی کے بڑے

علماء میں سے تھے۔ انھوں نے مصطفیٰ کمال پاشا کا مقابلہ کیا اور اس کے انقلاب کو اسلام کے خلاف سازش قرار دیا۔ شیخ نے مصطفیٰ کمال کو دشمن دین اور دجّال قرار دیا۔ ان پر مقدمہ چلایا گیا، مگر وہ اس میں بری ہو گئے، پھر بھی حکومت نے ان کو جیل بھیج دیا، انھیں مختلف جیلوں میں منتقل کیا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۶۰ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ شیخ سے عدالت میں پوچھا گیا: کیا آپ قوانین شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، میں شریعت کا قانون چاہتا ہوں۔ شیخ نے مزید کہا کہ اگر میرے پاس ہزار جانیں ہوتیں تو بھی میں ان کو احکامِ شریعت میں سے کسی ایک حکم کے لیے قربان کر دینے میں تذبذب محسوس نہ کرتا۔ شیخ نورسی کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے جدید نسل کے ذہن میں اسلام کی عظمت کا نقش قائم کر دیا۔ [1]

ترکی میں جو سیکولر تحریک کمال اتاترک نے شروع کی اور حکومت کے ذریعہ سیکولرزم کو نافذ کیا، اس کے اثرات کو دور کرنے کے لیے شیخ نورسی نے اپنے رسائل کے ذریعے ایک انقلابی کیفیت پیدا کر دی اور اسلام کی اعلیٰ تعلیمات کو جدید نسل کے ذہن میں جاگزیں کر دیا۔ اسی دور میں پروفیسر محمد مجیب نے ترکی کا دورہ کیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا: ترکی میں مصطفیٰ کمال پاشا نے بیس ہزار سیکولر مدرسے کھولے، اس کے جواب میں علماء نے چالیس ہزار اسلامی مدرسے کھولے۔ اس وقت ترکی میں جو اسلامی تحریک چل رہی ہے یوں کہا جاسکتا ہے کہ وہ دراصل جماعۃ النور کا ہی تسلسل ہے۔

انڈونیشیا میں بیسویں صدی میں ہالینڈ کی استعماری طاقت کے خلاف مسلّح جد و جہد میں علماء نے جو اعلیٰ کردار ادا کیا وہ اظہر من الشّمس ہے، خصوصاً دارالاسلام پارٹی، نہضۃ العلماء اور مشجومی پارٹی نے جو بنیادی رول ادا کیا ہے، اس میں علماء کا بڑا اثر رہا ہے۔

نائجیریا میں شیخ عثمان بن فودی نے الجماعۃ کے نام سے ایک پارٹی بنائی اور اس کے ذریعے ردّ بدعت کا عظیم کام انجام دیا۔ وہ در اصل سعودی عربیہ کی وہابی

تحریک کا اثر تھا۔ ہر چند کہ یہ تحریک انیسویں صدی میں اٹھی، مگر اس کے اثرات نائجیریا میں ہر جگہ موجود ہیں۔علماء نے اس تحریک کو آگے بڑھایا ہے۔ شیخ عثمان بن خودی اور شیخ امین کانمی اپنے دور کے بڑے علماء میں سے تھے۔ شیخ عثمان کی بہت سی کتابیں ان کی یادگار ہیں۔

جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے، یہاں بیسویں صدی میں ایسی بہت سی تحریکیں اٹھیں جن کے قائد علماء کرام تھے ۔ انھوں نے ایک طرف انگریزوں کی حکومت کے خلاف بغاوت میں قائدانہ رول ادا کیا تو دوسری طرف تعلیمی تحریکوں کو آگے بڑھایا اور اصلاح امّت کا کام کیا۔ تعجب ہے کہ سرسید کو علماء کی صف میں شمار نہیں کیا جاتا، حالاں کہ وہ ایک بڑے عالم دین تھے۔ انھوں نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی، جو پوری نہ ہوسکی۔ خطباتِ احمدیہ کے نام سے سیرت نبوی پر کتاب لکھی اور دوسرے اصلاحی کام کیے۔ انھوں نے ۱۸۷۷ء میں علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کالج قائم کیا، جو ترقی کرتے کرتے ۱۹۲۰ء میں یونیورسٹی بن گیا۔ سرسید نے بیسویں صدی نہیں پائی، مگران کے اثرات بیسوی صدی پر محیط ہیں۔ علماء کرام نے دیوبند میں ایک بڑا مدرسہ ۱۸۶۶ء میں قائم کیا، پھر ۱۸۹۳ء میں ندوۃ العلماء کے نام سے ایک تعلیمی تحریک چلائی۔ اس طرح بیسویں صدی کے شروع میں مختلف اصلاحی ادارے قائم ہوئے اور تحریکیں وجود میں آئیں۔ بعد میں انہی تحریکوں سے ایسی شخصیتیں ابھریں جنھوں نے اسلامی ذہن وفکر میں انقلاب برپا کردیا۔

ندوۃ العلماء کے سلسلہ میں علامہ شبلی کا ذکر ضروری ہے، جن کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ انھوں نے الندوہ نکالا، مگر لکھنؤ سے جو مسلم گزٹ نکل رہا تھا وہ بھی انہی کی آواز تھی۔ مولانا شبلی نے ایک مقالہ 'مسلمانوں کی پولٹیکل کروٹ' لکھا جو مقالاتِ شبلی کی آٹھویں جلد میں شامل ہے۔ اس میں انھوں نے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ انھوں نے مسلمانوں کو ملامت کی کہ ''تم اپنا حصّہ طلب کرتے ہو، مگر ملک میں انگریزوں کے خلاف جو قومی جدو جہد ہورہی ہے اس سے الگ تھلک ہو''۔ علامہ شبلی

نے فرمایا کہ ''دیکھو پارسی ایک چھوٹی سی قوم ہے، مگر اس نے دادا بھائی نوروزی جیسا لیڈر پیدا کر دیا'' یہ مولانا شبلی کی آواز اور ان کی تربیت تھی کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے مسلمانوں میں آزادی کا صور پھونک دیا، 'الہلال' کے ذریعہ ان کو جھنجھوڑا اور ایک آواز سے سوتی بستی کو جگا دیا۔ اس کے نتیجے میں مسلمان جوق در جوق کانگریس میں شامل ہونے لگے۔ خود مولانا شبلی نے مسلم لیگ کے خلاف نظمیں لکھنی شروع کیں، جو الہلال میں شائع ہوئیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی آواز درحقیقت علامہ شبلی کی آواز کی بازگشت تھی۔ الغرض مولانا آزاد کے علاوہ مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور دوسرے علماء نے مسلمانوں کو بیدار کرنے کا کام کیا۔ ان تعلیمی کوششوں نے سیاسی زندگی پر بھی اثر ڈالا اور مسلمانوں میں سیاسی و مذہبی بیداری پیدا کی۔

بیسویں صدی میں مسلمانوں کی کئی تحریکیں ابھریں۔ ان میں تحریک خلافت، تحریک جمعیۃ علماء ہند، تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی قابل ذکر ہیں، ان سب کے قائدین علماء ہیں، یا ان میں علماء شامل ہیں۔ خلافت کی تحریک علماء نے نہیں چلائی، مگر اس میں ان کا رول بہت اہم تھا۔ علاّمہ سید سلیمان ندوی نے وفد خلافت میں شرکت کی اور لندن گئے۔ تحریک خلافت نے بقول مولانا آزاد ایک بنیادی رول ادا کیا، اس تحریک نے مسلمانوں کے اندر سیاسی شعور بیدار کیا، ان کو سیاست میں سرگرم ہونے کا سلیقہ سکھایا اور انھوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر آزادی کی تحریک میں جوش وخروش کے ساتھ حصہ لیا۔ اگر ہندو انتہا پسند عناصر نے شدھی اور سنگھٹن تحریکیں چلا کر خلافت کے اثرات کو زائل نہ کیا ہوتا اور موتی لال نہرو نے نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے جذبات کا لحاظ کیا ہوتا تو تقسیم کا عمل وجود میں نہ آتا۔

نہرو رپورٹ نے مسلمانوں پر کاری ضرب لگائی اور مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جیسے لوگ کانگریس سے باہر نکل آئے۔ مسٹر جناح نے بھی کانگریس کو اسی موقع پر ترک کر دیا۔

ہندوستان کی دو تحریکیں جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت بیسویں صدی میں

شروع ہوئیں، ان کے بانی بھی طبقۂ علماء میں سے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں جب آریہ سماجیوں نے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چلائیں تو مسلمانوں نے ان کے بارے میں غور وفکر کیا۔ یہ ہندو تحریکیں دراصل ان مسلمانوں کو، جو پہلے ہندو تھے بعد میں دائرۂ اسلام میں آ گئے تھے، دوبارہ ہندو بنانے کے لیے شروع ہوئی تھیں۔ مولانا محمد الیاس کاندھلوی نے تبلیغی تحریک کا آغاز کیا۔ انھوں نے ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء میں حج کیا اور پانچ مہینے مدینے میں قیام کیا۔ اس قیام کے درمیان ان کو خواب میں حکم دیا گیا کہ ''تم سے کام لیا جائے گا''، مولانا بہت بے چین ہوگئے اور اس واقعہ کا ذکر ایک عارف باللہ سے کیا۔ ان بزرگ نے فرمایا: آپ پریشان نہ ہوں، آپ سے کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ لہٰذا تم سے کام لینے والے کام لیں گے۔ مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں: ''اس قول سے مجھے بڑی تسلّی ملی''۔ ۲؎

حج سے واپسی کے بعد مولانا نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جماعتیں بنا بنا کر گردونواح میں بھیجنا شروع کر دیا۔ انھوں نے اس کام کا آغاز میوات سے کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح لوگوں کا ذہن اور ماحول بدل جائے گا۔ اس لیے کہ عام لوگوں کا ذہنی ماحول ان مسائل میں پھنسا ہوا ہے جن میں وہ رہتے ہیں۔ اس ماحول سے نکال کر اگر انھیں دینی ماحول میں رکھا جائے تو ان کے اندر نفسیاتی اور مذہبی تبدیلیوں کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ بعد میں مولانا خود بھی بڑے بڑے مجمعوں کے ساتھ نکلنے لگے۔ وہ میوات گئے، کاندھلہ اور رائے پور کو جماعتیں بھیجیں، انھوں نے میوات کی آبادی کا ایک نقشہ تیار کرایا اور اس کے مطابق پورے میوات میں جماعتوں کا جال بچھا دیا، جس کی وجہ سے اس علاقے میں دینی ماحول پیدا ہو گیا۔ ۳؎

تبلیغی جماعت کے ذریعے جو تغیّرات اہل میوات کی دینی زندگی میں پیدا ہوئے اسے ایک بوڑھے میواتی نے اس طرح بیان کیا: ''میں کچھ نہیں جانتا، اتنا جانوں ہوں کہ جن باتوں کے لئے پہلے بڑی بڑی کوشش کی جاتی تھی اور ایک بات بھی نہیں ہوتی تھی وہ اب آپ ہی آپ ہو رہی ہیں۔ جن باتوں کو پتہ کرنے کے لیے بڑی بڑی

لڑائیاں لڑی جاتی تھیں اور بڑا زور لگایا جاتا تھا، مگر ایک بات بھی نہ ہوتی تھی، وہ اب بے کہے سنے خود بہ خود ہوتی جارہی ہیں۔ مولانا الیاس کے نزدیک اس تغیّر کا سبب وطن سے باہر نکلنا اور دینی مراکز میں جانا ہے۔[۴۴]

بیسویں صدی میں ہندوستان میں ایک دوسری منظّم تحریک اٹھی جو جماعت اسلامی کے نام سے معروف ہے۔ اس تحریک نے مسلمانوں کے ذہین طبقے کو متأثر کیا، اس کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ہیں۔ انھوں نے اسلامی افکار کو ایک نئے انداز سے پیش کیا اور اسلامی انقلاب برپا کرنے کی دعوت دی۔ ان کا دور اصل میں اشتراکیت کے فروغ کا دور تھا جو زندگی کو ایک خاص رُخ دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مولانا نے عقلی اور منطقی انداز میں اسلام کا ایک وسیع اور انقلابی نظریہ پیش کیا، جس کے مطابق اسلام انسانی زندگی کو روزہ نماز تک محدود نہیں کرتا، بلکہ زندگی کے تمام شعبوں کو متأثر کرتا ہے، حتّٰی کہ اس کا اثر سیاست اور معاشیات پر بھی پڑتا ہے۔ مولانا مودودی کی ان کوششوں سے مسلمان نوجوانوں کا ذہین طبقہ اشتراکیت کے زہر سے محفوظ رہا۔ جماعت اسلامی نے اس حیثیت سے بڑی خدمات انجام دی ہیں۔

حق یہ ہے کہ مولانا مودودی نے اپنی اصلاحی تحریک سے نوجوان طبقے کو مغربی تہذیب کے مضر اثرات سے بچایا اور اسلامی فلسفۂ زندگی سے آگاہ کیا، ورنہ یہ طبقہ اشتراکیت کا شکار ہوجاتا۔ انھوں نے ایسا لٹریچر پیش کیا جس نے ہزاروں مسلمانوں کی زندگیوں کو بدل دیا۔ ان کا طرزِ نگارش منطقی ہے۔ ان کی قوت استدلال جدید ذہنوں کو متاثر کرتی ہے۔ ان کی تحریروں میں علوم اسلامیہ کا گہرا مطالعہ نظر آتا ہے۔ وہ ان مسائل سے بحث کرتے اور انھیں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کا تعلق روزمرہ کی انفرادی، اجتماعی اور سیاسی زندگی سے ہے۔ پردہ، سود، الجہاد فی الاسلام، ضبط ولادت، حجّیتِ حدیث جیسے مسائل پر ان کی تحریریں عالمانہ شان رکھتی ہیں۔ ان کی تفسیر تفہیم القرآن بہت متداول اور مقبول ہے۔ اس تفسیر میں انھوں نے تحریک اسلامی کی روح پیش کردی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ مولانا مودودی دور جدید کے سب سے بڑے متکلّم ہیں، جنھوں نے

دفاع اسلام کی قابل قدر اور اہم خدمت انجام دی ہے۔ان کا مقام بڑے علماء کی صف میں ہے۔

عالم اسلام میں جو تجدیدی تحریکیں بیسویں صدی میں شروع ہوئیں ان کا تعلق کسی حد تک انیسویں صدی سے ہے۔ یہ تحریکیں علماء نے مغربی استعمار سے مدافعت کے لیے شروع کیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو مغربی طاقتوں کی سازشوں سے آگاہ کیا اور مسلّح جہاد کیا۔ اگر ہم انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں مختلف ممالک کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو پائیں گے کہ ان میں جو تحریکیں آزادی اور دفاع اسلام کی اٹھیں ان میں علماء کا رول بہت روشن ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ ہر ملک میں علماء دفاع اسلام کی تحریکوں کے قائد ہیں، یا وہ ان طاقتوں کے ساتھ ہیں جو آزادی اور جمہوریت کے اصولوں سے ہم آہنگی رکھتی ہیں۔

دور جدید میں روس کے خلاف افغانستان کے علماء کا رول بڑا قابل تعریف ہے۔ انھوں نے کئی تحریکیں چلائیں اور کئی جماعتیں بنائیں اور روس سے جنگ کرکے ایک سُپر پاور کو ذلت و نامرادی کے ساتھ افغانستان سے نکلنے پر مجبور کردیا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جس خطّے میں استعمار حملہ کرتا ہے علماء صف اول میں نظر آتے ہیں۔ بیسویں صدی میں علماء کے ساتھ اگرچہ دوسرے عناصر بھی شریک جہاد ہوئے، مگر علماء نے اپنے قائدانہ رول سے اسلام کی عظمت کی مشعل کو روشن رکھا ہے اور جہاں بھی عالم اسلام میں دفاع اسلام کا کام ہوا ہے اس میں علماء نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

حواشی

۱۔ جماعۃ النور از فتحی یکن 'الامت' دوحہ، قطر، ص ۷۶ تا ۷۹، جلد اول، شمارہ ۶، اپریل ۱۹۸۱ء

۲۔ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ص ۱۰

۳۔ مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، ص ۷۵ تا ۷۷

۴۔ ایضاً، ص ۸۹

مراجع

(۱) مقالہ جماعۃ النور، فتحی یکن، مجلّہ الامّۃ، قطر، اپریل ۱۹۸۱ء

(۲) صفحات من تاریخ اندونیشیا المعاصرۃ، محمد اسد شہاب، طبع اول ۱۹۷۰ء

(۳) السنوسی الکبیر، شائع کردہ حکومت لیبیا

(۴) الاسلام فی نیجیریا، عبداللہ الوریٰ

(۵) دیوبند اور علی گڑھ تحریک، مولانا سعید احمد اکبر آبادی (علی گڑھ تحریک، نسیم قریشی)

(۶) زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث، احمد امین

(۷) جمال الدین الافغانی، عبدالقادر المغربی

(۸) محمد عبدہ، مصطفیٰ عبد الرزاق، دار المعارف مصر

(۹) علمائے حق، (حصہ اول) مولانا محمد میاں، مطبوعہ دیوبند

(۱۰) حیات شبلی، مولانا سید سلیمان ندوی

(۱۱) تحریک خلافت، قاضی عدیل عباسی

(۱۲) محمد علی کی ذاتی ڈائری، مولانا عبدالماجد دریابادی

(۱۳) مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

(۱۴) مولانا مودودی کی تحریک اسلامی، محمد سرور ۱۹۵۶ء

دعوت وتربیت - اسلام کا نقطۂ نظر

مولانا سید جلال الدین عمری

یہ کتاب دوطرح کے مضامین پر مشتمل ہے۔ کچھ مضامین دعوتی نوعیت کے ہیں۔ ان میں پورے زور اور قوت کے ساتھ امت کو فریضۂ دعوتِ دین کی ادائیگی کی جانب توجہ دلائی گئی ہے، اس کے تقاضوں سے آگاہ کیا گیا ہے اور اس معاملے میں کوتاہی کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ کچھ مضامین تربیتی اور اصلاحی نوعیت کے ہیں۔ ان میں امت کو اصلاح احوال کی جانب متوجہ کیا گیا ہے اور اس کی تدابیر بتائی گئی ہیں۔ ان مضامین کی خوبی یہ ہے کہ ان میں قرآن وحدیث سے استناد واستدلال کے ساتھ عقلی اپیل بھی ملتی ہے۔ صفحات: ۱۳۶، قیمت -/۵۰ روپے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳، علی گڑھ-۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵